سوانح

حضرت زہیر ابنِ قین علیہ السلام

مصنّف

زبدۃ العلماء سیّد آغا مہدی لکھنوی

سوانح

حضرت زہیر ابنِ قین علیہ السّلام

مصنّف

زبدۃ العلماء سیّد آغا مہدی لکھنوی

ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰
فون 2431577

ہدیہ [redacted] روپے

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	اخبارات کی رائیں	۴
۲	تعارف کتاب	۶
۳	کمال عظیم آبادی مرحوم	۷
۴	ماخذِ کتاب	
۵	ولادت	۸
۶	نام	۸
۷	والدین	۸
۸	خاندان	۹
۹	نشو ونما	۹
۱۰	شہادت کی پیشین گوئی	۹
۱۱	شادی	۱۱
۱۲	سکونت	۱۲
۱۳	مذہب	۱۲
۱۴	حج کا ارادہ	۱۳
۱۵	امامؑ سے ملاقات	۱۳
۱۶	خطبہ امام اور زہیرؓ کا جواب	۱۴
۱۷	حُر پر زہیرؓ کا غصہ	۱۶
۱۸	وفا	۱۶
۱۹	فوجِ مخالف سے گفتگو	۱۷
۲۰	شبِ عاشور	۱۹
۲۱	مسئلہ امامت سے دلچسپی	۱۹
۲۲	فوجِ خدا میں زہیرؓ کا عہدہ	۲۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳	علمدارِ لشکر کو آمادہ کرنا	۲۱
۲۴	جنگ کے میدان میں موعظہ	۲۲
۲۵	نموداری اور شہرت	۲۴
۲۶	حُرؓ کی امداد	۲۴
۲۷	زہیرؓ کی فاتحانہ جنگ	۲۴
۲۸	دعائی جہاد اور کارنامۂ شجاعت	۲۵
۲۹	زہیرؓ کے تشفی آمیز کلمات	۲۶
۳۰	نمازِ ظہر اور تقسیم فوج	۲۷
۳۱	زہیر میدانِ جنگ میں	۲۷
۳۲	فوجِ شام کو نقصانِ عظیم	۳۱
۳۳	شہادت زہیر بن قین رحؓ	۳۱
۳۴	زہیرؓ کا مرتبہ	۳۲
۳۵	زہیرؓ کی یاد	۳۲
۳۶	تجہیز و تکفین	۳۳
۳۷	زہیرؓ کا قاتل	۳۳
۳۸	زہیرؓ کی عظمت و خصوصیات	۳۴
۳۹	زہیر بزم طب و حکمت میں	۳۶
۴۰	نتیجۂ کلام	۳۸
۴۱	خاندانِ زہیرؓ	۳۹
۴۲	زہیرؓ کے ہمنام شہید	۳۹
۴۳	بابُ المراثی	۴۱

اُن کتابوں کی فہرست جن سے اِس کتاب میں مدد لی گئی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف مع سنہ وفات	زمانۂ تالیف
۱	آئینہ تصوف اردو	شاہ محمد حسن صابری چشتی	مطبوعہ سنہ ۱۳۱۱ھ
۲	ابصار العین عربی	شیخ محمد طاہر سماوی معاصر	مطبوعہ سنہ ۱۳۴۱ھ
۳	بحار الانوار جلد عاشر عربی	ملا محمد باقر مجلسی المتوفی	سنہ ۱۱۱۱ھ
۴	تاریخ الامم والملوک عربی	ابو جریر طبری المتوفی	سنہ ۳۱۰ھ
۵	تاریخ الکامل عربی	ابوالحسن علی بن اثیر جذری المتوفی	سنہ ۶۳۰ھ
۶	ریاض المصائب عربی	فاضل مولوی مولانا محمد مہدی	ذیحجہ سنہ ۱۲۴۳ھ
۷	شہداء کربلا حصہ دوم اردو	امامیہ مشن لکھنؤ از سید علی نقی	سنہ ۱۳۵۶ھ
۸	عقد المتعاقدین اردو	الحاج ولایت علی ابن فرزند علی کاموپوری مدونہ	سنہ ۱۲۷۹ھ
۹	کربلا نامہ فارسی	منشی اسیر المتوفی	سنہ ۱۲۹۹ھ
۱۰	لہوف عربی	سید علی بن طاؤس المتوفی	سنہ ۶۶۴ھ
۱۱	مجالس المواعظ والبکا فارسی	شیخ جعفر شوستری المتوفی	سنہ ۱۳۰۳ھ
۱۲	مجمع البحرین عربی	فخر الدین بن طریح نجفی المتوفی	سنہ ۱۰۸۵ھ
۱۳	مدینۃ المعاجز عربی	علامہ سید ہاشم بحرینی المتوفی	سنہ ۱۱۰۷ھ
۱۴	معراج الکلام	خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ المتوفی	سنہ ۱۳۵۴ھ
۱۵	مقتل ابو مخنف	لوط بن یحیی ازدی المتوفی	سنہ ۱۵۷ھ
۱۶	مجموعہ ورام	ابن ابی فراس المتوفی فی حدود	سنہ ۴۶۰ھ
۱۷	ناسخ التواریخ جلد ششم	لسان الملک مرزا محمد تقی سپہر کاشانی مطبوعہ	سنہ ۱۳۰۹ھ

اخبارات کی رائیں

جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب دام برکاتہم بزرگانِ دین کی سوانحِ حیات یکجا کرنے کا نہایت مفید کام کررہے ہیں۔ زیرِ نظر تالیف بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اس میں آپ نے کربلا کے ایک محبوب مجاہد حضرت زہیر بن قینؒ کے حالاتِ زندگی قلمبند فرمائے ہیں۔ ۴۰ صفحات کا یہ رسالہ حق بینوں کے لیے بہت دلچسپ اور لائق مطالعہ ہے۔ شائقین ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ سرفراز - ۱ر دسمبر ۱۹۴۲ء

تاج الافاضل جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مدظلہ صدر الافاضل و واعظ مدرسۃ الواعظین سابق مدیر الواعظ کی رائے:۔

لسان الملت عالیجناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی نے ہمارے پاس دو رسالے سوانحعمری حضرت زہیر بن قینؒ اور حضرت حبیب ابن مظاہرؒ بغرض ریویو بھیجے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب اپنے خصوصیات کے لحاظ سے قابلِ مدح ہے۔ مولانا کی خداداد صلاحیت اور لطفِ بیان نے اس کی دلچسپی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ شہدائے کربلاؑ کے اکثر شہیدوں کے حال سے دنیا بے خبر ہے۔ مولانا نے ہر ایک کے لیے ایک ایک رسالہ جدا جدا تحریر کرنا شروع کیا ہے۔ یہ رسالے بھی اسی سلسلے کی دو

کرلیاں ہیں۔ مولانا نے کافی جستجو اور وسعت نظر سے کام لے کر ان دونوں اصحابِ امام حسینؑ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ جو ناظرین کے لیے بصیرت کا باعث ہوں گے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے نمونۂ عمل اور ان کی سوانح حیات کا مطالعہ ہماری بالیدگی ایمان کا باعث ہوگا۔

اِن باوفا اصحاب کے مکمل حالاتِ زندگی سے آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ان دونوں رسالوں کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا کو تا ابد صحیح و تندرست رکھے تاکہ ان سے ایسے مؤلفات برابر رونما ہوتے رہیں۔

"الواعظ" جون ۱۹۴۳ء

سبیلِ سکینہؑ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸۔C۹

تعارف

"آفتاب" لکھنؤ کے تاریک صفحات میں واقعۂ کربلا کو سبک کرنے کیلئے بتایا گیا ہے کہ دنیائے اسلام کے مشہور خاندان کے سربرآوردہ لوگ جناب امام حسینؑ کے ساتھ نہ تھے۔

"حاشا وکلا بجز چند لڑکوں اور نوجوانوں کے جو خود حضرت حسینؑ ہی کی ولایت میں تھے اور جن کی مجموعی تعداد مع اولاد کے سترہ یا زیادہ سے زیادہ بائیس تک پہنچتی ہے کسی نے بھی تو ساتھ نہ دیا۔"

"آفتاب" شہید نمبر ص ۲۷ بابت ۱۳۵۷ھ

اس مغالطہ کے جواب میں حضرت زبدۃ العلماء مدظلہم نے یادش بخیر الواعظ کے صفحات میں محققانہ انداز سے ثابت کیا تھا کہ انصارِ حسین رضوان اللہ علیہم میں عرب کے بیشتر قبیلے مسلمانوں کے تمام نمائندے دنیائے اسلام کے اکثر باشندے شامل تھے اسی مقصد کی تکمیل میں جناب ممدوح نے شہدائے کربلا کے مسلسل حالات لکھنا شروع کیے ہیں جس کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ناصروں کی سلک میں کیسے کیسے دُرِ شہوار تھے زہیر بن قینؓ کے ولولہ انگیز حالات پر یہ پہلا رسالہ ہے جو پیش کیا جا رہا ہے۔ خدائے بے نیاز کی درگاہ میں ہماری دعا ہے کہ بہت سے انصارِ حسینؑ کے واقعاتِ زندگی جلد کتابی صورت میں قوم کے سامنے آئیں۔

کمال عظیم آبادی

کمالؔ عظیم آبادی

کمالؔ مرحوم مصنّف کے تلامذہ میں نمایاں درجہ رکھتے تھے اور شیعہ جرائد و رسائل میں کوئی پرچہ ایسا نہ تھا جس میں ان کے مقالات نہ نکلتے ہوں وہ اپنے پیر بھائیوں شیخ ذاکر حسین فاروقی مرحوم ماسٹر شرف الدین حیدر ابوالبلاغہ مولوی سید علی داور صدرالافاضل میں سب سے زیادہ قریبی درجہ رکھتے تھے اور مصنفات میں جا بجا ان کے ہاتھ کے صفحات لکھے ہوئے موجود ہیں۔ ان کا مقولہ تھا کہ قبلہ کو تو یورپ میں پیدا ہونا چاہیئے تھا (جہاں دانشوروں کی قدر اور بہت افزائی ہوتی ہے) افسوس ہے کہ اس جماعت میں اب کوئی باقی نہیں۔ کمالؔ نے ۱۶ر جنوری ۱۹۴۶ء عنفوانِ شباب میں رحلت کی اور کاتب تقدیر نے صحیفۂ عمل مکمل کر دیا۔ فاروقی مرحوم کی کتابیں بھارت اور پاک میں موجود ہیں اور ماسٹر صاحب کا مقالہ "اقوام عالم میں تبلیغ دین" الواعظ کے صفحات میں مہینوں جاری رہا۔ اسی طرح ماہنامہ "مبلّغ" بھی کہیں کہیں موجود ہے کاش صوبہ بہار کے اربابِ خیر کمالؔ کے مضامین یکجا کریں تو ایک عمدہ ذخیرہ جمع ہو جائے۔ مرحوم نے "آفتاب" اخبار کا حوالہ دیا ہے جو دارالمبلغین پاٹا نالہ لکھنؤ سے "النجم" بند ہونے کے بعد جاری ہوا تھا۔

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زہیر بن قینؓ عرب کے سربرآوردہ لوگوں میں تھے۔ اپنی مخصوص شجاعت اور بہادری کے لحاظ سے امثال اور اقران میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ فصاحت و بلاغت بزرگوں سے میراث میں پائی تھی۔

ولادت نہایت مبارک تھی وہ گھڑی جب زہیرؓ پیدا ہوئے۔ شہدائے کربلاؓ کی تاریخہائے ولادت کسی معتبر کتاب میں نہیں ہیں البتہ شاہ محمد حسن صابری چشتی نے آئینۂ تصوّف میں اس ضرورت کا احساس کیا ہے اور اپنی ذاتی ذمہ داری پر تحریر کیا ہے کہ آپ ۲۷ ذیقعد بروز دوشنبہ وقت فجر مکّہ معظمہ میں پیدا ہوئے والدین نے زہیر نام رکھا۔

نام زہر اشی عربی میں سفید رنگ کی چمکدار صاف ستھری چیزوں کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے حسین تھے کہ والدین نے نام زہیر تجویز کیا۔

والدین باپ کا نام قین تھا جس کے معنی لغت عربی میں آہنگر کے ہیں۔ ممکن ہے ان کے خاندان میں صنعت و حرفت کا چرچا ہو۔ یہ نہایت اچھا پیشہ ہے آئرن ورکس حضرت داؤدؑ نبی کی سیرت تھی اور قدرت نے ان کے ہاتھوں میں یہ قوت دی تھی کہ لوہا آسانی سے نرم ہو جاتا تھا۔ قینؓ نے بظاہر جناب سرورِ کائنات صلعم کے زمانہ کا ادراک کیا مگر اصحاب رسولؐ کے حالات میں قینؓ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے روایت[1] وارد نہ ہونے سے قینؓ کا نام نظر انداز ہو گیا ہو۔ شیعی نقطۂ نظر سے اتنا ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ نے زہیرؓ کے ماں باپ کی شفاعت کا وعدہ کیا۔

---

[1] تہذیب التہذیب، اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب، میزان الاعتدال میں قین کا ذکر نہیں ہے ۱۲۔

خاندان

دادا کا نام قیس تھا جو اشرافِ عرب میں تھے۔ ماں باپ کے افتخار کیلئے یہ کافی ہے کہ اُن کا نونہال پیغمبر عربیؐ کے عہد کرامت مہد میں جو "خیر القرون" کا مصداق تھا قبیلہ بجلّ میں پیدا ہوا۔ "بجلّ" عرب کے قبائل میں بہت مشہور اور ذی عزت قبیلہ ہے۔ اس کے مورثِ اعلیٰ ہونے کا فخر یمن کی ایک عورت[1] کو حاصل ہے جس کا نام "بجیلہ" تھا۔ اس قبیلہ کا ہر شخص "بجلّی" کہا جاتا ہے جن میں عمر بن عتبۃ[2] البجلیؔ اور عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بجلّی سر برآوردہ اور مشہور لوگ گزرے ہیں۔

نشوونما

صوفیائے کرام کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ولادت مکّہ میں ہوئی اور بجلّی ہونے کی حیثیت سے واضح ہوتا ہے کہ یمن میں پیدا ہوئے۔ ممکن ہے کہ ماں باپ رہنے والے یمن کے ہوں اور سفرِ حج کے سلسلہ میں مکہ معظّمہ میں ان کے یہاں فرزند نرینہ پیدا ہوا ہو اور پھر وطن سے ہجرت کر کے مدینۂ رسولؐ آئے ہوں۔ زہیر طفولیت کے زمانہ میں یثرب میں تھے اور اپنے حسنِ سیرت اور حسنِ صورت سے مدینہ کے ذرّوں میں آفتاب بن کر چمکتے رہے۔ امام حسینؑ سے بچپن کی محبّت تھی اور نبی زادے کے سامنے کھیلتے وقت ان کے قدموں کی خاک آنکھوں سے لگاتے تھے۔ خطیب اہل بیت جناب علّامہ شیخ جعفر شوستری طاب ثراہ کی رائے ہے کہ زہیر بن قینؓ امام حسینؑ کے بچپن کے دوست تھے۔ جس بچّہ کی فرزند رسولؐ کے ساتھ نشوونما ہو اس کی ذہانت، عقل و شعور کا کیا کہنا۔ حسینی محبت خمیر میں تھی۔

شہادت کی پیشین گوئی

زہیرؓ کو خود صحابیٔ رسولؐ کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ صغر السنی سے اصحاب رسولؐ کی نظروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ زمانۂ طفولیت ہی میں قیافہ شناس افراد کی زبانوں سے ان کے زرّیں

---

[1] مجمع البحرین طریحی [2] قاموس فیروز آبادی

مستقبل پر کئی بار پیشین گوئی کی گئی۔

(۱) جناب سرور کائنات صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ نے زہیرؓ کو بچپن میں دیکھ کر واقعۂ کربلا میں شریک ہونے کی خبر دی چنانچہ جناب علامہ شیخ جعفر شوستری نجفی زہیر بن قینؓ کے حالات میں فرماتے ہیں :-

"زہیرؓ تازہ ہدایت یافتہ تھے (اہل تحقیق) کہتے ہیں کہ یہ وہ طفل ہے کہ جب پیغمبر خداؐ کسی راہ سے گذر رہے تھے اور اس بچہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ اصحاب نے (تعجب سے) پوچھا یہ کون ہے۔ فرمایا یہ بچہ (میرے) حسینؑ کو بہت دوست رکھتا ہے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ حسینؑ کے روبرو کھیلتا ہے اور حسینؑ کے پیروں کے نیچے کی مٹی لے کر بوسہ دیتا ہے۔ جبرئیلؑ نے مجھے بتایا کہ یہ کربلا میں حسینؑ کی نصرت[۱] کرے گا۔"

یہ روایت عام طور پر حبیب بن مظاہرؓ کی شان میں بتائی جاتی ہے۔ مگر اصل روایت میں بچہ کا نام درج نہیں ہے۔ اس لئے صحیح فیصلہ دشوار ہے۔ جناب شیخ جعفر کو شہرت سے اختلاف ہے اور ان کا رجحان زہیر بن قینؓ کی طرف ہے لہذا امکان ہے کہ یہ زہیرؓ ہی ہوں۔ اس روایت کو علامہ مجلسیؒ علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے۔ عالم جلیل سید محمد مہدی بن سید محمد جعفر موسوی نے آخر حدیث میں اس قدر اضافہ کیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے بچہ کو پیار کرنے کے بعد فرمایا:

"میں[۲] قیامت کے دن اس کا شفاعت خواہ ہوں گا۔ اور اس کی جلالت قدر سے اس کے ماں باپ کو بھی بخشواؤں گا۔"

---

(۱) مجالس المواعظ والبکار ص ۱۵۹ (۲) بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۱ مطبوعہ ۱۲۷۰ھ تہران

(۳) وفی القیامۃ اکون شفیعاً لہ ولابیہ ولا کرامہ (ریاض المصائب عربی ص ۱۰۱ طبع تہران)

(۲) سلمان فارسیؓ نے جن کو پیغمبرِ خداؐ کی سرکار سے علم اولین و آخرین عطا ہوا تھا، نے بھی زہیر بن قینؒ کی شہادت کی خبر دی ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب بلنجر کی لڑائی خلیفۂ ثالث کے زمانہ میں فتح ہوئی اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ مالِ غنیمت آپس میں تقسیم ہونے لگا تو سلمانؓ نے زہیرؒ کی فاتحانہ شان دیکھ کر کہا کہ:-

"تم لوگ مالِ غنیمت اور اپنی کامیابی سے خوش ہو رہے ہو جب جوانانِ آلِ محمدؐ کی حمایت میں جنگ کرنا تو اس سے زیادہ مسرور ہونا۔" بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہ پیشین گوئی سلمان باہلی کی تھی جو اس جنگ میں سردارِ لشکر کی حیثیت سے شریک تھے مگر مورخ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ الفاظ جن کا ترجمہ ہم نے کیا، سلمان فارسیؓ کی زبانِ معجز اثر بیان کیے ہیں۔

شادی سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ایک شریف خاندان کی معزز عورت دلہم[1] بنت عمر کے ساتھ عقد ہوا۔ یہ پردہ نشین خاتون دوستدار اہلِ بیتِ اطہار تھی اور زہیرؒ کی حیثیت واقعہ کربلا میں ایک مجرد شخص کی نہ تھی جو بغیر کچھ سوچے سمجھے فرزندِ فاطمہؑ پر نثار ہوئے بلکہ وہ امورِ خانہ داری کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کی قربانی اہم اور بہت اہم تھی۔ شارع اسلام کی یہ قدر شناسی ہے کہ وہ شادی شدہ شخص کے عمل کی جزا ابن بیاہے نوجوان سے زیادہ قرار دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ دو رکعت شادی شدہ مرد کی بہتر ہے ستر[2] رکعت نماز سے اس شخص کی جس نے نکاح نہ کیا ہو۔ دوسری حدیث میں رسولِ خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ مرد کا اپنے بال بچوں میں بیٹھنا خداوند عالم کی نظر[3] میں میری اس مسجد میں ٹھہر کر ماہِ رمضان کے دس دن کی عبادت سے بہتر ہے۔

زہیرؒ نے ذوقِ شہادت میں اس خوشگوار زندگی کو خیرباد کہا اور ایک

---

[1] لہوف میں نام ولہم لکھا ہے۔ [2] عقد المتعاقدین [3] مجموعہ ورام۔

سے یہ حرکت نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت میں دیلم دختر عمرکہ زہیر بن القینؒ کی بی بی تھی اس نے کہا کہ واہ سبحان اللہ کہ فرزند رسولؐ تمہاری طلب میں پیام بر بھیجے اور تم جاتے میں تامل کرتے ہو۔ اٹھو اور جلدی کرو۔ دیکھو کیا فرماتے ہیں۔ زہیرؓ اُٹھے اور گئے کچھ سنا، وہاں سے جو پلٹے تو ہنستے ہوئے آئے اور چہرہ مانند خورشید تاباں تھا۔ آتے ہی حکم دیا کہ ہمارے خیموں کو اکھاڑو اور ہمارے مال و اسباب کو لشکرِ امام حسینؑ میں پہنچا دو اور اپنی زوجہ دیلم کو طلاق دے کر کہا کہ اپنے لوگوں میں اب جا کے قیام پذیر ہو۔ مجھے پسند نہیں کہ تو قیدی اور اسیر ہو میں نے تو ٹھان لی کہ اپنی جان امام حسین علیہ السلام پر فدا کروں گا۔ دیلم کھڑی ہوئی اور روئی اور شوہر کو وداع کیا اور کہا "اے زہیرؓ خدا نے تمہارے لیے خیر اختیار کیا میں تم سے سوال کرتی ہوں کہ قیامت کے دن حسینؑ کے نانا کے پاس مجھے بھی یاد کرنا، اور بہ روایت اعثم کوفی بی بی نے کہا کہ تم اگر امام حسینؑ کے ساتھ جان دو تو میں حرم کا ساتھ کیوں نہ دوں"۔

زہیرؓ نے ولولۂ نصرت میں راستے ہی سے بی بی کو رخصت کیا اور وہ نیک عقیدہ خاتونؒ بھی شوہر کو خدا کے حوالہ کر کے اپنے قبیلہ میں آئی۔ یہ واقعہ منزل زبالہ پر پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ امامؑ کی معیت کے برکات سے روز بروز زہیرؓ کا عزم و استقلال بڑھتا گیا۔

امامؑ کا خطبہ اور زہیرؓ کا پُرخلوص جواب

ذو حسم کے مقام پر جب حُرؓ کا لشکر امام کی مزاحمت کے لیے آچکا ہے تو امامؑ نے اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ ارشاد کیا جس میں حمد و ثنائے باری کے بعد فرمایا:

صورتِ حال جو پیش آئی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو اور یقیناً دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اس کی نیکی رخصت ہو چکی ہے اور اس میں کچھ نہیں رہ گیا ہے سوائے تھوڑے

لہ خاں اللہ الملک ۱۲ سے تعالت کان اللہ عوناً و معیناً لک ۱۲ لہوف

حصّے کے جو پانی کے بہنے کے بعد برتن میں بچ رہتا ہے اور ایک پست زندگی مثل زہریلی گھانس کے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علیحدگی نہیں اختیار کی جاتی۔ اس صورت میں مومن یقیناً خدا کی ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے۔ میرے نزدیک تو موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت ہے اور زندہ رہنا ان ظالموں کے ساتھ وبالِ جان ہے۔

اس خطبہ کا مقصد صرف اصحاب کو انجام سے مطلع کرنا اور ان کے عزائم میں پختگی پیدا کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے ضرورت تھی کہ اس تقریر کو سُن کر اصحاب کی جانب سے بھی اپنے اخلاصِ نیت کا اظہار ہو، زہیرؓ کو اس کا احساس تھا کہ میں اس جماعت میں تازہ شریک ہوا ہوں اس لیئے مجھے ایسے مواقع پر سبقت کرنے کا پورا حق حاصل نہیں ہے لیکن ان کا قلبی جوش و ولولہ ان کو سکوت کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ خطبہ ختم ہوتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور اصحاب سے ان الفاظ میں تقریر کی اجازت مانگی کہ آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا میں کہوں اخلاق و مروت سے بالکل بعید تھا کہ انہیں روکا جاتا۔ سب نے کہا کہ نہیں تم تقریر کرو زہیرؓ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا:۔

"خدا آپ کی رہنمائی کرے فرزندِ رسولؐ! ہم نے آپ کے ارشاد کو سُنا بخدا اگر دنیا ہمارے لیئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی مگر جدا ہونا اس سے آپ کی نصرت اور ہمدردی میں ہوتا تو ہم آپ کے ساتھ چلنے کو دنیا کے ہمیشہ قیام پر ترجیح دیتے۔"

امامؑ نے دُعائے خیر کی اور ان کے خلوص کی تعریف کی۔ شہدائے کربلا حصّہ دوم۔

حُرؒ کی مزاحمت پر زہیرؒ کا غصّہ

اس وقت جب امامؑ جا رہے تھے اور حُرؒ ساتھ تھا ابن زیاد[1] کا خط حُرؒ کے پاس آیا کہ حسینؑ پر سختی کرو اور انہیں ایسے مقام پر ٹھہرنے پر مجبور کرو جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ حُرؒ نے امامؑ کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔ امامؑ نے فرمایا ہم کو اس قریہ میں جو یہاں سے نزدیک ہے قیام کرنے دو یعنی نینوا یا اس میں یعنی غاضریہ یا اس تیسرے میں یعنی شفیہ۔ لیکن حُرؒ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے حکم ہے کہ ایسی جگہ قیام کراؤں جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ اس وقت زہیرؒ نے کہا فرزند رسولؐ ان لوگوں سے جنگ کر لینا آسان ہے بہ نسبت اس فوج سے جنگ کرنے کے جو ان کے بعد آنے والی ہے۔ یقین جانیے اس کے بعد اتنا لشکر آئے گا جس سے مقاومت کی طاقت ہم میں نہ ہو گی۔ حضرتؑ نے فرمایا میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ زہیرؒ نے کہا اچھا بالکل ترتیب کے اس قریہ کی طرف چلیے جو محفوظ ہے اور فرات کے کنارے ہے۔ اگر انہوں نے ہم کو روکا تو ہم جنگ کریں گے۔ انہوں نے اس قریہ کا نام بتایا عقر حضرتؑ نے اسے بھی مناسب نہ سمجھا اور وہیں اتر پڑے جہاں حُرؒ کا اصرار[2] تھا۔

(شہدائے کربلا حصّہ دوم)

وفا

۶ محرم[3] وہ منحوس دن تھا کہ سپہ سالار لشکر شام کربلا کی زمین پر پہنچا۔ اس بد بخت نے پہنچتے ہی عروہ بن قیس کو امامؑ کی خدمت میں بھیجا اور کہا جا کر پوچھ کہ آپ اس سمت کیوں تشریف لائے ہیں اور کیا ارادہ ہے۔ عروہ ان لوگوں میں تھا جنہوں نے خدمت گرامی میں خطوط لکھے تھے۔ کہنے لگا مجھے معاف کر اور یہ خدمت کسی اور سے متعلق کر، ابھی تک امامؑ کی حقیت کا اتنا اثر باقی تھا

---

۱ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۹ ۲ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۲ ۳ اور بقول ابن سعد ۳ محرم کو زمین کربلا پر پہنچا۔

کہ عمرو بن سعدؑ جیسے بھیجنے کا ارادہ کرتا تھا وہ کوفہ سے خط بھیج کر مدعو کرنے کی ندامت میں پہلو تہی کرتا تھا حتیٰ کہ کثیر بن عبداللہ لعین نے جو شریر ترین مردم اور خونخوار سپاہی تھا پیام پہنچانے کا وعدہ کیا اور ابو ثمامہؓ نے بڑھ کر روکا۔ ایک سخت گفتگو کے بعد جب یہ شقی ناکام واپس ہوا تو اس کے بجائے قرہ بن قیس پیام لے کر چلا۔ امامؑ نے اس کو دور سے آتے دیکھ کر اصحاب سے پوچھا کہ تم میں اس کو کوئی پہچانتا ہے۔ حبیب بن مظاہرؓ نے عرض کیا کہ یہ بنی حنظلہ سے ہے اور میرا بھانجہ ہے۔ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ حبیبؓ آنے والے کا تعارف کرا رہے تھے کہ زہیر بن قینؓ نے بڑھ کر پوچھا کہ کیا حاجت ہے۔ کہا ابن سعد کا پیام حسینؑ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت دو تو آؤں۔ زہیرؓ نے کہا اپنے جسم سے آلاتِ حرب اتار کر رکھ دے۔ قرہ نے ہتھیار کھولے اور خدمت امامؑ میں پہنچ کر سلام کیا اور قدم چومنے لگا۔ عرض کیا کہ اتنی دور دراز راہ طے کر کے آپ اس سرزمین پر کیوں تشریف لائے ہیں۔ فرمایا مجھے کوفیوں نے خطوط بھیج کر دعوت دی۔ میں نے ان کی استدعا قبول کی۔ اگر رائے تبدیل ہوگئی ہو اور وہ میرے آنے کو مکروہ سمجھتے ہوں تو میں واپس جاؤں۔ قرہ نے کہا خدا لعنت کرے ان پر جنہوں نے آپ کو خط بھیجے اور آج وہ سب ابن زیاد کے حاشیہ نشین ہیں۔"

فوجِ مخالف سے گفتگو

نویں تاریخ کی شام کو جب اہلِ کوفہ نے دفعتاً امامؑ کی طرف رخ کیا۔ آپ نے جناب عباسؑ کو ان کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا۔ جناب عباسؑ بیس۲۰ سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قینؓ اور حبیب بن مظاہرؓ بھی تھے ان کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ جواب ملا کہ ابن زیاد کا حکم آگیا ہے کہ یا تم سے بیعت لی جائے یا جنگ کی جائے۔ جناب عباسؑ یہ کہہ کر کہ میں امامؑ سے جاکر دریافت کر لوں تو

آکر جواب دوں' واپس ہوئے۔ دوسرے اصحاب سب وہیں کھڑے رہے۔ حبیبؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ زہیر بن قینؓ سے کہا کہ ان لوگوں سے کچھ گفتگو کرو کہو تو میں بات چیت کروں۔ زہیرؓ نے کہا کہ تحریک اس کی آپ نے کی ہے آپ ہی گفتگو بھی کیجیے۔ حبیبؓ نے تقریر شروع کی اور آخر میں کہا تم ایسے لوگوں کو قتل کرتے ہو جو عبادت گزار ہیں اور پچھلے پہر سے اُٹھ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ اس موقع پر عروہ بن قیس نے فوج دشمن سے یہ فقرہ کہا کہ حبیب تم اپنی تعریف ہر موقع پر کرتے ہو کہ میں بڑا عبادت گذار ہوں۔" زہیر کو اس گستاخی پر غصہ آگیا۔ کہنے لگے پھر اس میں شک کیا۔ بیشک حبیبؓ کے نفس کو خدا ہی نے قابلِ تعریف بنایا ہے اور اس کی راہ نمائی کی ہے۔ اے عروہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو جو گمراہی کی حمایت کر رہی ہے اور پاک نفوس کو قتل کرتی ہے زہیرؓ کی آواز تعجب کے ساتھ سُنی گئی۔ عروہ نے انہیں پہچان کر کہا زہیر تم تو اس گھرانے کے شیعہ نہ تھے تم عثمانی گروہ میں سے تھے۔ زہیرؓ نے کہا اب اس وقت میرے یہاں کھڑے ہونے سے تم سمجھو کہ میں شیعہ ہوں۔ خدا کی قسم میں نے نہ حسینؑ کو خط لکھا تھا نہ کوئی قاصد بھیجا تھا اور نہ نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ راستہ میں اتفاق سے ان کا میرا ساتھ ہوگیا۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو رسول اللہؐ یاد آئے اور ان کی قرابت کا ان سے خیال آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہیں۔ پس میں نے طے کرلیا کہ مجھے ان کی مدد کرنا چاہیئے اور میں ان کی جماعت میں داخل ہو جاؤں اور اپنی جان ان پر فدا کردوں۔ خدا و رسولؐ کے اس حق کو ادا کرنے کے لئے جسے تم لوگوں نے ضائع اور برباد کر رکھا ہے۔[1] (شہدائے کربلا)

---

[1] طبری جلد ۶ صہ ۲۴۳

شب عاشور دسویں شب کو جب امامؑ نے وفا شعار اصحاب کو جمع کر کے انہیں اپنی بیعت کی اہم ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا تو جواب میں عزیزوں کے بعد اصحاب نے باری باری تقریریں کیں۔ اس وقت زہیر بن قینؓ کے پُر جوش الفاظ یہ تھے "قسم خدا کی میں دوست رکھتا ہوں کہ (آپ کی نصرت میں) قتل ہوں۔ اور پھر زندہ ہوں اور دشمن میری جان لیں۔ اسی طرح ہزار دفعہ ہو لیکن اس قربانی سے خدا آپ کی اور آپ کے اہلِ بیت کی جانیں بچالے۔"[1]

اس محل پر تاریخ طبری اور شیعی مقاتل میں جا بجا تقریباً یہی الفاظ ملتے ہیں مگر زیارت میں امام زمانؑ روحی فداہ نے اس مجاہد اعظمؓ کے اظہارِ عقیدت کی ترجمانی حسب ذیل الفاظ میں فرمائی ہے۔

"میرا سلام ہو ان زہیر بن قین بجلیؒ پر جنہوں نے حسینؑ (مظلوم) سے ساتھ چھوڑ کر چلے جانے کی اجازت پانے کی حالت میں عرض کیا خدا کی قسم یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ فرزند رسولؐ خدا کو دشمنوں کے ہاتھ میں قید چھوڑ دوں اور خود بچ جاؤں۔ خدا مجھے یہ دن نہ دکھائے۔"

اس اختلافِ بیان کی یہ وجہ نہیں ہے کہ ہر دو جوابات میں ایک صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زہیرؒ نے پہلا جواب شبِ عاشور کا خطبہ سُن کر دیا ہو اور دوسرا جواب کسی اور موقع پر ہو۔

مسئلہ امامت سے دلچسپی واقعاتِ کربلا میں بہت تھوڑا حصہ بھی ایسا نہیں جسے کسی امام نے بیان کیا ہو کہیں کہیں قولِ معصوم ملتا ہے

---

[1] واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل ہکذا الف مرۃ وان اللہ یدفع بذلك القتل من نفسك ومن انفس ہولاء الفتیان من اہلبیتك ۔ صہ ۲۳۹ ۔ طبری جلد ۶ ۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے شب عاشور زہیر بن قینؒ کی ایک گفتگو سے مسئلہ امامت میں ان کی دلچسپی کا ذکر فرمایا ہے۔ ابتدائے کلام میں[۱] مظلوم کربلا کا خطبہ پڑھنا اصحاب کو بیعت سے آزاد کرنا۔ قاسم بن حسنؑ کی اپنی موت سے باخبر ہونے کے بعد شیرانہ گفتگو، امامؑ کا اپنے اور طفل شیر خوار تک کی شہادت سے خبر دینا وہ جگر پاش کلمات تھے کہ حاضرین میں کہرام گریہ برپا ہوا حرم سرا سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

زہیر بن قینؒ اور حبیب بن مظاہرؒ کو یہ اندیشہ ہوا کہ جب گود کا بچہ بھی ذبح ہو جائے گا تو نسلِ رسولؐ کیونکر قائم رہے گی۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ (اس خیال میں) زہیرؒ اور حبیبؒ نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا اے سیّد (و آقا) ہمارے سردار علی (بن الحسین) کا کیا حال ہوگا۔؟" امام حسینؑ نے آب دیدہ ہو کر جواب دیا۔ کہ خدا دنیا میں میری نسل قطع نہیں کرے گا۔ سیّد سجادؑ تک دشمن کیونکر پہنچ سکتے تھے وہ تو آٹھ اماموں کے باپ ہیں۔" اس جواب سے زہیرؒ مطمئن ہوئے۔

فوجِ خدا میں زہیرؒ کا عہدہ

میمنہ اور میسرہ فوج کی اہم ذمہ داریاں ہیں جن بہادروں کو یہ خدمت تفویض ہو وہ لشکر میں امتیازی حیثیت کے جوان سمجھے جاتے ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ امام نے بروز عاشور زہیر بن قینؒ کو اپنے اصحاب کے میمنہ (داہنی جانب) پر افسر اور حبیب بن مظاہرؒ کو میسرہ (بائیں طرف) کا سردار قرار[۲] دیا اور علمِ لشکر اپنے بھائی عباسؑ کو عطا فرمایا۔"

یہ انتخاب زہیر بن قینؒ کی شجاعت اور مردانگی اور ان کے فنونِ جنگ سے ماہر ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے اور امامؑ کے اس طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے زہیر بن قینؒ کی جنگی خدمات حبیب بن مظاہرؒ ایسے تجربہ کار اور سن رسیدہ مجاہد سے کم نہ تھیں۔ منشی اسیرؔ[۳] مرحوم نے اس مقام کو کس لطف سے نظم کیا ہے۔

۱ے مدینۃ المعاجز ص۲ ے تاریخ کامل ص۲۴ ۳ے کربلا نامہ ص۱۲۶ مطبوعہ نولکشور ۱۲۹۷ھ

بترتیب سپاہ آں شاہ پرداخت　　بہ تزئین کواکب ماہ پرداخت
مہ روئے زہیرؑ از میمنہ تافت!　　حبیب ابن مظاہرؒ میسرہ یافت
علم در دستِ عباسؑ دلاورؑ
لسان حمزہ در فوج پیمبرؐ

علمدارِ لشکر کو آمادہ کرنا

زہیرؒ فوج کا علم لیکر (حضرت) عباسؑ فرزند (حضرت) علی (مرتضیٰؑ) کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے علیؑ کے لال میں چاہتا ہوں کہ (اس وقت) آپ سے وہ گفتگو کروں جس کو عرصے سے محفوظ کیئے ہوئے ہوں۔ فرمایا ہاں کہو تم پر کوئی بار نہیں۔ تم اس وقت راوی کی حیثیت رکھتے ہو۔ زہیرؑ نے عرض کیا "اے ابو الفضلؑ جان جائیے آپ کے والد (حضرت) امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کی والدہ اُم البنینؒ کے ساتھ جب عقد کرنا چاہا تھا تو اپنے بھائی عقیلؑ سے جو انساب عرب سے باخبر تھے فرمایا تھا کہ بھائی میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لیئے ایک ایسی خاتون سے پیام عقد دو جو حسب و نسب اور شجاعت میں ممتاز ہو تاکہ اس سے ایک بہادر اور توانا بچہ پیدا ہو اور میرے اس فرزند کی کربلا میں نصرت کرے اور اشارہ فرمایا (امام) حسین علیہ السلام کی طرف۔" آپ کو آج ہی کے دن کے لیئے ذخیرہ کیا ہے۔ بھائی کی مدد میں کمی نہ کیجئے گا۔ عباسؑ یہ سُن کر کانپنے لگے اور اس زور سے انگڑائی لی کہ رکاب ٹوٹ گئے (اور جوشِ شجاعت میں فرمایا) اے زہیرؒ آج تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ خدا کی قسم میں تم کو وہ بہادری دکھاؤں گا کہ تم نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

زہیر بن قینؒ کا یہ جذبہ دیکھنے کے لائق ہے کہ ان کے دل میں امامؑ کی محبت اس پیمانہ پر تھی کہ حضرت عباسؑ ایسے پیکرِ وفا کا جوشِ شجاعت بڑھا دیا۔

شبیر نے انگڑائیاں دریا پہ لی ہیں بار بار
کہتے ہیں عباسؑ کے بند قبا ٹوٹے ہوئے
(جاوید)

جنگ کے میدان میں موعظہ

ترتیب لشکر اور صف بندی کے بعد جب امامؑ اپنا وہ تاریخی خطبہ فرما چکے جس میں آپ نے اپنے خاندانی خصوصیات اور بیگناہی اور اس کے ساتھ فوج دشمن کے ظالمانہ رویہ پر دلائل قائم کیے تھے تو زہیر بن قینؒ میدان میں نکلے۔ گھوڑے پر سوار سر سے پاؤں تک اسلحہ جنگ سے آراستہ انہوں نے کہا "کوفے والو ڈرو خدا کے عذاب سے۔ ایک مسلمان کا قرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں، ایک دین کے پیرو ہیں، ایک حالت پر ہیں جب تک کہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار سے مقابلہ نہ ہو جائے اس وقت تک ہماری جانب سے نصیحت کے مستحق ہو ہاں جب تلوار کی نوبت آ جائے تو پھر ذمہ داری ختم۔ پھر ہم ایک امت اور تم دوسری امت۔ یقیناً خدا نے ہمارا اور تمہارا امتحان لیا ہے۔ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلعم کے بارے میں تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم کیا کرتے ہیں۔ ہم تم کو دعوت دیتے ہیں کہ ان کی مدد کرو اور سرکش عبیداللہ بن زیاد لعنۃ اللہ کا ساتھ چھوڑ دو کیونکہ تم ابن زیاد لعنۃ اللہ اور اس کے باپ سے ان کی تمام مدت سلطنت میں نہیں پاؤ گے سوائے برائی کے۔ وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھرواتے رہے ہیں۔ تمہارے ہاتھوں پیروں کو قطع کراتے اور تمہارے اعضائے جسم کو جدا کراتے اور تم کو سولیوں پر چڑھاتے رہے ہیں اور تمہارے منتخب لوگوں کو اور حفاظ قرآن جیسے حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھی اور ہانی بن عروہؒ اور ان کے ایسے لوگوں کو قتل کراتے رہے ہیں۔"

کوفے والے حق کے طالب ہوتے تو اس نصیحت سے اثر بھی لیتے وہ سب

سمجھتے تھے مگر وقتی طمع اور دنیا کی ہوس ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالے ہوئے تھی انہوں نے زہیرؓ کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور ابن زیادؒ کی تعریف کرنے لگے اور کہا کہ "ہم اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک تمہارے سردار اور ان کے تمام ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں یا گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جائیں۔"

زہیرؓ اب بھی خاموش نہ ہوئے اور ہدایت کرتے رہے سردارانِ فوج کو ہر اس طرح کی تقریر سے یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ کہیں کسی کے دل پر اثر نہ ہو جائے۔ شمرؒ نے جب دیکھا کہ زہیرؓ کسی طرح خاموش نہیں ہوتے، زہیرؓ کو تیر مارا اور کہا بس خاموش، خدا تیری زبان کو خاموش کرے۔ زہیرؓ کو شمرؒ کی اس بیجا مداخلت سے غصہ آ گیا۔ انہوں نے سخت لہجہ میں شمرؒ کو مخاطب کیا اور کہا "میں تجھ سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں تو تو جاہل ہے تیرے لیے عذاب کی خوشخبری ہی کافی ہے۔"

شمرؒ نے کہا دیکھو تھوڑی دیر میں تم اور تمہارے ساتھی اور سردار سب قتل ہوا چاہتے ہیں۔ زہیرؓ نے کہا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے خدا کی قسم حسینؑ کے ساتھ مرنا مجھے تیرے ساتھ دائمی زندگی حاصل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔"

اس کے بعد پھر وہ لشکر کی طرف مخاطب ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔

"اے اللہ کے بندو اس بدمعاش ظالم اور اس جیسے لوگوں کے فریب میں نہ آؤ خدا کی قسم پیغمبرِ خداؐ کی شفاعت ان لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتی جو ان کی اولاد اور اہلِ بیت کا خون بہائیں اور ان کے اعوان و انصار کو قتل کریں۔"

امامؑ زہیرؓ کے مقابل میں فوجِ دشمن کا رویہ دیکھ چکے تھے انہوں نے شمرؒ کا تیر لگانا اور سخت کلامی کرنا بھی دیکھا۔ اس کے بعد انہیں زہیرؓ کا میدان میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوا، آپ نے کسی سے پکار کر کہلوایا۔

اگر مومن آلِ فرعون نے اپنی قوم کی نصیحت کی تھی اور دعوتِ حق کے فرض کو انجام دیا تھا تو بخدا تم نے اس جماعت کی نصیحت کر دی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ مگر نصیحت اور تبلیغ کا کوئی اثر بھی تو ہو[۱] (شہدائے کربلا حصہ دوم)

نموداری اور شہرت زہیر بن قین رحؒ حسینی فوج کے ان نمودار اشخاص میں سے تھے جن کا نام فوجِ دشمن کے لوگوں میں بھی پوری طرح مشہور تھا اور اسے امتیاز حاصل تھا چنانچہ لڑائی شروع ہو گئی اور فوجِ مخالف یسار[۳] اور سالم[۲] میدانِ جنگ میں آئے اور مبارز طلب کیا۔ انصارِ امام سے عبداللہ بن عمیر کلبی رحؒ مقابلہ کے لیے باہر نکلے۔ ان دونوں نے نام و نسب پوچھا کہا ہم تم کو نہیں پہچانتے ہمارے مقابلہ کے لیے زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیئے[۵]۔ (شہدائے کربلا حصہ ۲)

حر رحؒ کی امداد جب حر رحؒ میدانِ جنگ میں آگئے اور رجز پڑھا زہیر بن قین رحؒ حر رحؒ کے پاس میدانِ جنگ میں آگئے اور حر رحؒ کے ساتھ مل کر جنگ کرنا شروع کی اور سخت جنگ کی حالت یہ تھی کہ جب ایک نے حملہ کیا اور وہ دشمنوں میں گھِر گیا تو دوسرا حملہ کر کے اسے فوجِ مخالف کے حلقہ سے نجات دیتا تھا یہی صورت کچھ دیر تک قائم رہی اور آخر میں پیادوں کی فوج نے حر رحؒ کو گھیر کر قتل کر دیا[۶]۔

میمنۂ لشکر پر دشمن کا تباہ کن حملہ زہیر رحؒ کی زلزلہ افگن فاتحانہ جنگ عبداللہ بن عمیر رحؒ کے شہید ہو جانے کے بعد عمرو بن حجاج[۴] ملعون نے فوجِ خدا کے

سا؎ طبری جلد ۶ صہ ۲۴۳ سا؎۲ طبری جلد ۶ صہ ۲۴۵

سا؎۳ طبری جلد ۶ صہ ۲۵۲

میمنہ پر حملہ کر دیا۔ کجا وہ ٹڈی دل فوج جو سیر و سیراب آلاتِ حرب میں غرق اور کجا یہ تشنہ و گرسنہ مجاہد جن میں کہ بعض زرہ پوش بھی نہ تھے پیراہن زیبِ جسم کیے ہوئے جہاد کر رہے تھے مگر دل میں ایمانی طاقت تھی اور ارادہ میں وہ پختگی تھی جس کی دنیا میں مثال نہ تھی دشمن کو تیزی سے بڑھتے ہوئے دیکھا گھٹنے ٹیک کر نیزوں کو علم کر دیا اور پوری طاقت سے بیشمار سواروں کو روک لیا۔ اگر ایک قطرہ کا پورے سمندر سے مقابلہ صحیح ہے اور مور ناتوان کوہ پیکر فیل سے تصادم کر سکتی ہے تو حسینی میمنہ اور عمرو بن حجاج[لع] کی جنگ صحیح تھی مگر کوہ کا کاہ سے ٹکرانا سراسر ظلم ہے۔ اصحابِ حسین[ع] اصول حرب کے انتہائی ماہر تھے ان کو اس خطرناک محل پر بجز اس کے کوئی صورت نظر نہ آئی کہ اپنے نیزوں سے گھوڑوں کی سد کو روکیں تعریف اس امر کی ہے کہ اس خونریز جنگ کے وقت کسی مجاہد کے پائے ثبات میں لغزش نہیں پیدا ہوئی اور نیزوں کی اذیت سے لشکر مخالف کے گھوڑے منہ موڑ کے پیچھے ہٹے اور امام[ع] کا میمنہ دشمن کی زد سے بچ گیا اور اصحابِ حسین[ع] نے مدافعانہ حیثیت سے تیروں کا مینھ برسا کے مخالف طاقت کو شکست دی میمنہ زہیر[رح] کے زیر نگین تھا۔ اس لیے اس کامیابی کا سہرا بھی زہیر[رح] کے سر ہے۔

زہیر بن قین[رح] کا دوسرا دفاعی جہاد اور کارنامۂ شجاعت

حملۂ اولیٰ کے بعد جس میں پچاس[۵۰] آدمی فوج حسینی کے ایک ہی مرتبہ شہید ہو گئے تھے لشکرِ مخالف کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور کوشش تھی کہ اب دم کے دم میں اس مہم کو سر کر دیا جائے۔ اس لیے مختلف صورتوں سے حملے کیے جا رہے تھے مگر امام حسین[ع] کی بے نظیر سیاستِ حرب اور ان کے اصحاب کی بے مثال شجاعت ہر حملہ کو ناکام بنا دیتی تھی آخر میں شمر[لع] نے مخصوص امام حسین[ع] کے خیمے پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ خیمے پر مار کر کہا کہ لاؤ آگ لاؤ میں اس

خیمے کو اس کے رہنے والوں سمیت جلادوں۔ خیمے میں ایک شور گریہ و فریاد کا بلند ہوگیا۔

اس وقت زہیر بن قینؓ ہی تھے جنہوں نے اپنے دس بہادر سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور شمرؔ اور اس کے ساتھ کی فوج کو خیموں کے پاس سے دور ہٹا دیا اور ابوعزہ جنابیؔ کو جو شمرؔ کا خاص آدمی اور اس کے قبیلے سے تھا، قتل کر دیا۔

دشمن کی فوج نے جو اپنے ایک ممتاز سپاہی کو قتل ہوتے دیکھا تو پورے جوش و خروش سے ان دس آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر ان بہادروں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور زہیرؓ واپس ہوئے۔ (شہدائے کربلا حصہ دوم)

امامؑ کے سامنے زہیرؓ کے تشفی آمیز کلمات

جب حبیب بن مظاہرؓ شہید ہو چکے تو فرزند رسولؐ کے چہرے پر آثارِ شکستگی نمایاں ہوئے اور حبیبؓ کی مدح کرتے ہوئے فرمایا اے حبیبؓ تم مرد فاضل[1] ہو اور ایک رات میں ختم قرآن کرتے ہو۔ زہیر بن قینؓ اُٹھے اور کہا اے فرزندِ رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیسی شکستگی میں آپ کے چہرے پر دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ تصور نہیں فرماتے کہ ہم حق پر ہیں۔ فرمایا ہاں خلاقِ عالم کی قسم میں جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اور تم لوگ حق اور راہِ ہدایت پر ہیں۔ زہیرؓ نے کہا پھر ہم کو کیا پرواہ بہشت اور اس کی (ابدی) نعمتوں کی طرف جاتے ہیں۔

---

[1] رحمک اللہ یا حبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ (مقتل ابی مخنف ص ۱۴۷ طبع تہران)

نمازِ ظہر نماز کا وقت آ چکا تھا اسی کی مہلت مانگنے کے سلسلہ میں حبیب بن مظاہرؓ درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور اس کے بعد بھی جنگ ملتوی نہیں ہوئی اور مہلت نہیں دی گئی۔ ایسے موقع کے لیے شرع نے نماز خوف کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ فوج کے دو حصے ہو جائیں۔ ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کرے اور دوسرا نماز میں شرکت کرے۔ امام نماز کو طول دے یہاں تک کہ پہلا حصہ اپنی نماز کو تخفیف کے ساتھ تمام کر کے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو تو پہلا حصہ فوج کا آکر نماز میں شریک ہو۔ اماؑم نے اپنی مختصر فوج کی تقسیم اسی طرح کی علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے:۔

اماؑم نے زہیر بن قینؓ اور سعید بن عبداللہ حنفیؓ سے فرمایا کہ تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ نماز پڑھوں۔ یہ دونوں اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے آگے بڑھے اور حضرتؑ نے نماز خوف ادا کی (شہدائے کربلا حصہ ۲)

سعید بن عبداللہؓ جو اماؑم کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے تھے اور تیر جسم میں گھر کر رہے تھے۔ زخمی ہو کر گرے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے مگر زہیرؓ اس منزل سے گزر گئے۔

زہیر بن قینؓ کا میدانِ جنگ میں لڑنا

زہیرؓ کو بارگاہِ حسینی سے کب اذنِ جہاد ملا اور انہوں نے کب آخری جنگ کی گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ میدان نبرد میں زہیر بن قینؓ کی جد و جہد کتنی وسیع تھی زہیرؓ جوان نہ تھے ادھیڑ عمر کے سپاہی تھے اور جوان بھی ہوتے تو آخر ایک انسان تھے کہاں تک قوت وفا کرتی۔ سب سے پہلے جب میمنہ لشکر پر حملہ ہوا تو تین دن کی بھوک اور

پیاس میں اپنے مختصر ساتھیوں کو لے کر جنگ کی، حُر بن یزید ریاحیؒ کے ساتھ لڑے، ظہر سے قبل شمرِ لعین کے مقابل میں جہاد کیا۔ ابو مخنف کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت کی شمشیر زنی میں زہیرؒ نماز کا وقت آجانے کی وجہ سے لڑائی روک کر واپس ہوئے اور نماز پڑھی۔ اور دوبارہ میدانِ جنگ میں جا کر ایک عظیم جنگ کے بعد شہید ہوئے۔" میں کہتا ہوں کہ نماز کے وقت بھی جہاد کیا اور یہ جو تیر امام کی طرف آرہے تھے ان کو روکا اس محیر العقول کارگزاری کے بعد یقیناً ان کی قوت کو جواب دیدینا چاہیئے تھا اور قدرتِ خدا تھی جو زہیرؒ ظہر کے بعد تک زندہ رہ سکے۔

اس پر تقریباً اربابِ مقاتل کا اتفاق ہے کہ وہ حبیب بن مظاہرؒ کے بعد شہید ہوئے اور یہ ہونا بھی چاہیئے تھا۔ حبیبؒ کے سپرد بائیں طرف کی فوج تھی جب میسرہ فوج کا افسر نہ رہا تو میمنہ فوج کا عہدہ دار کیا کر سکتا تھا۔ زہیرؒ کے گراں قدر خدمات سے خدا نے ہر سختی میں ان کو بچایا حتیٰ کہ پردگیانِ عصمت سے حاموا عن دین اللّٰہ کی صدا بلند ہوئی اور بقیہ اصحابؓ میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ یہ وہ تلخ وقت تھا جس کے بعد زہیرؒ زندہ رہنا چاہتے ہی نہ تھے مورخ سپہر کاشانی نے لکھا ہے کہ بیبیوںؑ کی صدائے شیون کے بعد سب سے پہلے زہیر بن قینؒ اجازتِ جنگ لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

انا زهير وانا ابن القين — وفي يميني مرهف الحدين

اذودكم بالسيف عن حسين — ان حسيناً احد السبطين [1]

ابن علي طاهر الجدين — من عترت البر التقي الزين

ذاك رسول الله غير المين — يا ليت نفسي قسمت قسمين

وعن امام صادق اليقين — اضربكم محامياً عن دين

---

[1] پس این کلمات اول کس زہیر بن القینؒ بود کہ دستور مبارزت بخواست و بمیدان آمد۔ ناسخ التواریخ صـ۲۷۲

اضربکم ولا اری من شین ، اضربکم ضرب غلام زین[۱]
بابیض وا سمر فی دین ، یارب[۲] فانصرنی علی اللعین
الیوم یقضی الدین اهل الدین"

اشعار کا ترجمہ رجز ہو یا نوحہ نہ سپہر کاشانی نے کیا نہ شہید انسانیت میں اردو ہے نہ پاکستان کے سب سے بڑے دعویدار اصلاح سعادت الدارین کے شیخ محمد حسین صاحب نے۔ وجہ یہ ہے کہ محاورات عرب اور لغات کو سامنے رکھ کر مجاہد کا مفہوم اور اس کے جذبات ہم اپنے الفاظ میں دہرا نہیں سکتے۔ ممکن ہے کہ رجز کا مفہوم اس طرح ادا ہو جائے۔

"میں ہوں زہیرؓ ابن قین کا بیٹا (مرد آہن) میرے ہاتھ میں دو دھاری تلوار ہے میں حسینؑ کی طرف سے لڑ رہا ہوں۔ وہ حسینؑ جو پیغمبرؐ کے نواسوں میں اب صرف ایک رہ گئے ہیں اُن کے بابا علیؑ تھے جو ماں باپ دونوں طرف سے پاک و پاکیزہ ہیں، پیکر تقویٰ اور خوش کردار رسولؐ کا ہی گھرانہ ہے جو انسانیت کی سجاوٹ ہے وہی بے شک وشبہ اللہ کے پیغمبرؐ تھے۔ کاش میری جان ان پر فدا ہو میں نے تو دود فو قسم کھائی ہے کہ امام برحق اور سچے پیشوا کی طرف سے دین کی مدد کرتے ہوئے جنگ کروں گا اپنی تلوار اور مضبوط نیزے سے بار الہا مجھے لعینوں پر فتح عطا کر میں اپنے فرائض کو آج ادا کر رہا ہوں۔

یہ رجز پڑھ کر بجلی کی طرح تلب لشکر پر حملہ کیا۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ رجز زہیرؓ نے قبل زوال جو جنگ کی تھی اس موقع پر پڑھا تھا اور دوبارہ جب آخری جہاد کے لیے میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

۱؎ ناسخ التواریخ ص ۲۷ ، ۲؎ ریاض المصائب عربی ص ۳۰۳

اقدم حسینا ہادیا مہدیا — الیوم نلقی جدک النبیا
محمدا والمرتضیٰ علیا — وذا الجناحین الفتی الکمیا
وفاطم الطاہر الزکیا — ومن مضی من قبلنا التقیا
فاللہ قد صیر فی ولیا — فی حیکم اقاتل الدعیا
واشہد اللہ الشہید الحیا — لتبشروا یا عترۃ النبیا
بجنۃ شرابہا مریا — والحوض حوض المرتضیٰ علیا

حسینیت کی طرف بڑھے چلو (اس دار الحاد میں) وہی ہادی اور مہدی ہیں آج ان کے نانا سے ہمیں ملاقات کرنا ہے وہ محمدؐ (ہمارے) نبی ہیں اور مرتضیٰ علیؑ اور ان کے جوان بھائی جن کو بہشت میں ہاتھ کٹنے کے صلے میں دو بازو عطا ہوئے ہیں اور فاطمہ زہراؑ جن کی طہارت اور پاکیزگی پر آیۂ تطہیر گواہ ہے۔ ہم سے پہلے جتنے پرہیزگار گذرے ان سب کی زیارت ہوگی۔ خدا نے ہم کو ان حضرات کی محبت کے صلے میں ولایت کا درجہ دیا ہے اور ہم اولادِ زنا کے قاتل ہیں۔ شہزادے علی اکبرؑ نے بھی اپنے رجز میں اظہار کیا ہے۔ زہیرؒ کہتے ہیں اقاتل الدعیا اور امام زادہ کا قول ہے لا یحکم فینا ابن الدعی ہم پر بدکار حکومت نہیں کر سکے گا۔ آخر رجز میں زہیرؒ کہتے ہیں کہ حی لا یموت گواہ اور بہترین شاہد ہے کہ عترتِ رسولؐ وہ ہے جو بہشت کی بشارت دے چکی ہے وہاں کے مشروبات خوشگوار ہیں اور حوضِ کوثر پر علیؑ کا پہرا ہے۔

اس رجز کے بعض شعر حجاج بن مسروقؒ کی زبان سے نقل کیے گیے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ رجز زہیرؒ کا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی مطلع کو بحار میں نقل کیا ہے۔ فاضل سماوی کی تحریر سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اوپر کے چار مصرعے زہیرؒ نے امامؑ کے روبرو پہنچ کر پڑھے ہیں۔

زہیرؒ کے حملے سے صفیں پسپا ہونا شروع ہوئیں اور فوجِ شام کو

زیر و زبر کر دیا۔ اس ہلچل کو مورخین نے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے سخت ترین[1] جنگ کی اور کسی کی رائے ہے کہ ایسا[2] جہاد کیا جو نہ دیکھا نہ سُنا۔

فوجِ شام کو نقصانِ عظیم

زہیرؒ نے اپنی حربی جدوجہد میں کتنے دشمن قتل کیے۔ صحیح یہ[3] ہے کہ ان کے ہاتھ سے پہلے جہاد میں پچاس (۵۰) سوار اور دوسرے میں ستر (۷۰) پیادے اور سوار قتل ہوئے۔ اس میزان کو مجموعی حیثیت سے معتبر مقاتل[4] میں ایک سو بیس (۱۲۰) نفوس کی تعداد میں ظاہر کیا ہے مگر ایک قول یہ[5] ہے کہ زہیرؒ نے سپاہِ یزیدؔ پر حملہ کیا اور لڑتے رہے یہاں تک کہ سات سَو سپاہی قتل کیے۔

شہادت

آخر کثیر بن عبد اللہ شعبی[6] اور مہاجر ابن تمیمی دو شخصوں نے حملہ کیا اور زخمِ سیف[7] و سناں سے زہیر گھوڑے سے گرے اور بعض کہتے ہیں کہ فوجِ مخالف[8] سے ایک تباہ کن تیر آیا جس نے زہیرؒ کو زمین پر گرا دیا اور روح گلشنِ جنت کو پرواز کر گئی۔ ممکن ہے کہ قریبی دو حملوں کے ساتھ دُور سے تیر بھی پھینکا گیا ہو امامؑ بالیں پر تشریف لائے اور اپنے خاص ناصر کو خاک و خون میں آغشتہ دیکھ کر دعائے مغفرت کی اور قاتل پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا اے زہیر[9] خدا تم کو اپنی بارگاہ سے دُور نہ کرے اور تمہارے

۱؎ "قاتل زہیر بن القین رحمہ قتالا شدیدا" (تاریخ کامل ص ۲۹) ۲؎ مجعل یقاتل قتالا لم یرا مثلہ ولم یسمع بشبھہ (ص ۹۹ ابصار العین) ۳؎ مقتل ابو مخنف ۴؎ بحار الانوار ۵؎ حمل علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل سبعمأتہ رجل ۶؎ شعبی یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ۷؎ ناسخ التواریخ ص ۲۷ ۸؎ فجائۂ سہم غابر مجدلہ صریعاً وعجل اللّٰہ بروحہ الجنۃ ریاض ص ۳۰۲ ۹؎ لا یبعدک اللّٰہ یا زہیر ولعن قاتلک لعن الذین مسخوا قردۃ و خنازیر۔

قتل کرنے والے پر اس طرح کی لعنت کرے جیسا کہ بندر اور سور کی صورت میں مسخ ہونے والوں پر لعنت کی۔

زہیرؒ کا مرتبہ قبل ازیں سید الشہداءؑ کے حقیقت آموز کلام میں زہیر بن قینؒ کو مومن آل فرعون سے تشبیہ دی تھی اور اس محل پر ان کے قاتل کی عقوبت کو بنی اسرائیل کے معذب فرقوں کے ہم وزن بتایا ہے[۱]

موسیٰؑ و فرعونؒ و شبیرؑ و یزیدؒ ؛ این دو قوت از حیات آمد پدید (اقبال)

زہیرؒ کی یاد ایسے پیکر وفا اور مجسمہ شجاعت سپاہی کا ساتھ چھوڑنا ایسا نہ تھا جو قدر شناس امام فراموش کرتے اپنے دوست صادق کو آخر تک یاد رکھا۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ "امامؑ جب میدان میں تشریف لائے تو داہنے بائیں دیکھتے تھے اور ناصروں میں سے بجز ان لوگوں کے کوئی نظر نہ آتا تھا جن کی پیشانیاں گرد آلود تھیں اور جن کی فریاد کی صدا موت نے قطع کر دی تھی (اس وقت) پکار کر کہا اے مسلم بن عقیلؑ، اے ہانی بن عروہؒ، اے حبیب بن مظاہرؒ، اے زہیر بن قینؒ . . . . . مجھے کیا ہو گیا ہے تم کو پکارتا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔"

قدردانی کی حد ہو گئی جو انصار ساتھ قتل ہوئے تھے ان کو بھی یاد کیا اور جو پہلے جان دے چکے تھے ان کو بھی فراموش نہ کیا۔ حضرت مسلمؑ و ہانیؒ کی یاد سے استغاثہ کی ابتدا مظلوم کربلا علیہ التحیۃ والثنا کی نظر میں انصار و اصحاب کی خاص وقعت کا ثبوت ہے۔

السلام علیٰ من تولی دفنہ اهل القریٰ

---

[۱] مقتل ابومخنف صـ ۱۷ تقطیع کلاں

تجہیز و تکفین

پس ماندگان میں وفا شعار بی بی کے سوا کوئی نہ تھا جو زہیرؒ کے ماتم کی صف بچھاتا ولیم آخر تک اپنے باغ تمنا کی بربادی پر آنسو بہاتی ہیں اس غم زدہ خاتون کو جب واقعۂ کربلا کی خبر ہوئی تو اپنے آخری فرض کی ادائیگی کے لئے مقتول شوہر کے غلام سے کہا کہ جا اور اپنے آقا کو کفن دے جب غلام (بیش قیمت) کفن لے کر کربلا میں داخل ہوا تو اس نے (یہ قیامت خیز منظر) دیکھا کہ فرزند رسولؐ کی لاش عریاں پڑی ہے۔ یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ میں اپنے آقا کو کفن دوں اور (آقائے کونین) حسینؑ کو یوں ہی چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم یہ نہ ہوگا۔ اس نے امامؑ کو کفن دیا اور اپنے آقا کو دوسرا کفن دیا۔

ارباب تاریخ نے نعش مبارک کے صرف کفن پہنانے کا تذکرہ کیا ہے دفن کا کچھ ذکر نہیں ہے یہ خدمت تو ۱۲ محرم کو بہ اعجاز امام زین العابدینؑ نے بنی اسد کی امداد سے انجام دی اور گنج شہیداں میں باپ کے تمام انصار کو سپرد خاک کیا۔

قاتل

زہیرؒ کا قاتل اسی ظالم گروہ کا ایک سپاہی تھا جس نے کربلا میں آل محمدؐ کا چراغ گل کر دیا۔ اس درندہ صفت فوج کا تعلق پیروان یزیدؔ اور ابن مرجانہؔ سے تھا جنہوں نے ملک شام سے فروغ حاصل کر کے رفتہ رفتہ کوفے اور مدینے تک اپنا اثر پھیلا رکھا تھا۔ ان کے دلوں میں ذرہ برابر بھی محبت علیؑ نہ تھی ورنہ یہ ناممکن تھا کہ باپ کے دوست بر دار بیٹے کے درپۂ آزار ہوں اور آمادۂ قتل ہوں۔

قاتلان حسینؑ کو شیعہ سمجھنا ایک ایسا غلط خیال ہے جس کو دشمن بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اہل حدیث امرتسر نے پچھلے دنوں ایک سوال کا جواب شائع کیا تھا اس کا درج کرنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔ سوال:۔ امام حسینؑ کے

کےقاتل کون تھے شیعہ یا سُنّی؟ جواب: امام حسینؑ کے قاتل نہ شیعہ تھے نہ سُنّی۔ دنیادار حکومت کے یار تھے جیسے گذشتہ جنگ میں بغداد اور قسطنطنیہ کی فتح میں شریک ہونے والے۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۱؍مارچ ۱۹۲۸ء)

زہیر بن قینؓ کی عظمت اور خصوصیات

واقعات ختم کرنے کے بعد شخصیت کی عظمت اور ذاتی خصائص پر اگر ہم نے غور نہ کیا تو تدبر سے دنیا فائدہ اٹھا نہیں سکتی۔ نگاہ تعمق کی ضرورت ہے۔ واقعہ کربلا آیاتِ الٰہی میں ایک عظیم آیت اور سپاہِ قلیل کا ہر ناصر حسینیت کا جزو ہے تو جس طرح قرآن کے آیات پر تدبر کی نظریں ہمارا فرض ہے اسی طرح معرفت عترت کی منزلوں کو طے کرنے پر عقیدت کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۱) یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ بی بی کو طلاق واقع ہوگئی ولولۂ نصرت میں کہا تھا اور مراد یہ تھی کہ مودت ذوالقربیٰ میں مادی محبت کی آمیزش نہ رہے۔ اگر بزم امامؑ میں پہنچ کر کہتے کہ طلاق دیا تو یہاں عدلین تھے قطع تعلق ہوگیا تھا اور بی بی بھی صاحب معرفت تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ شرائط طلاق موجود نہیں ہیں، جب ہی تو کہا کہ بروز قیامت حسینؑ کے نانا کے رُوبرو مجھے یاد کرنا۔

(۲) زہیرؓ کو سیرت و کردار امیرالمومنینؑ فراموش نہیں ہوا تھا۔ یہ ان کی بہت بڑی جرأت تھی جو علمدار لشکر کے روبرو ان کی غرض تخلیق کو یاد دلایا اور وہ اس حدیث کو ظاہر کرتے رہے۔

(۳) مسئلہ امامت سے دلچسپی مومنین کا اہم ترین فرض ہے۔ زہیرؓ نے سلسلۂ امامت باقی رہنے پر امامؑ کی سرکار سے جو جواب حاصل کیا وہ ان کے ایمان بالغیب کی بھی دلیل ہے۔ اور اس مسئلہ پر شاہد ہے ناظرین نے کبھی غور کیا ہو کہ ہم تو صرف ایک امام غائبؑ پہ ایمان لائے ہیں اور صدر اول کے اہل ایمان اس جذبہ میں ہم سے

برتر تھے۔ زہیر بن قینؒ تو نو اماموں پر ایمان رکھتے تھے جو ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور صلب امام زین العابدینؑ میں تھے بنا بریں زہیرؒ کا ایمان جابر انصاریؒ کے ایمان سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ جابر کا مستقبل کے سات اماموں پر جو پیدا ہونے والے تھے ایمان تھا اور زہیرؒ کا آٹھ معصومینؑ پر۔

(۲) اگر فن طب کے ناخدا جالینوس سے ایک عطائی اور دوا فروش بات کرے تو اس کی صحبت کے حاضرین گستاخی یا جرأت قرار دیں گے اور ذوق سلیم کہے گا کہ اس کو خاموش رہنا چاہیئے اپنی حیثیت کو نہیں دیکھتا واقعۂ کربلا تہذیب و تمدن کی سب سے بڑی درسگاہ ہے وہاں اگر کوئی تعجب خیز محل نظر آئے تو وہ حقیقت کا جلوہ ہوگا۔ زہیر بن قینؒ کی شہزادہ عباسؑ سے گفتگو گستاخی ہوتی مگر نقل حدیث کا اور کونسا طریقہ تھا جو وہ اختیار کرتے۔ یہ استعجاب ان کی جنگ شروع ہونے پر جاتا رہا۔ پہلا امتیاز تو ان کو یہ تھا کہ وہ صبح عاشور سے آغازِ جنگ تک کئی مرتبہ جنگ کر چکے تھے۔ تھکے ہوئے ہاتھ تھے جن سے آخری لڑائی ہو رہی تھی اور حضرت عباسؑ اس جنگ کے ناظر تھے۔ ہر حملہ پر سرکارِ حسینی سے داد ملنا چاہیئے۔ فنون جنگ کے برمحل استعمال پر دوسرے بہادر اور دلیر پھڑک جاتے ہیں۔ زہیرؒ کی بہادری کے ثبوت میں ناظرین نے واقعہ نگار کے یہ الفاظ بھی پڑھے اور دیکھے کہ "فجعل یقاتل قتالاً لم یرا مثلہ ولم یسمع بشبھہ۔ وہ اس طرح لڑے کہ ویسی لڑائی ابھی تک دیکھی نہ گئی تھی۔ اور نہ اس جنگ کا نمونہ سنائی دیا۔"

انصار میں یہ شجاعت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی زہیرؒ آپ نے عباسؑ کی جنگ فردوس بریں سے دیکھی آپ کی جنگ پر سیرت نگار کا وہ فقرہ تھا اور آقازادہ کی جنگ پر عرب کا اعتراف اس مقام پر مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں نے

نجف اشرف میں وہاں کے عالم جلیل مولانا شیخ شمشاد حسین صاحب مرحوم و مغفور سے پوچھا کہ نجف میں سب سے بڑا واعظ کون تھا۔ جس سے جناب والا کو تشرف حاصل ہوا تو فرمایا کہ میرزا ہادی نجفی اپنے فن میں یکتا تھے۔ موصوف کا خاص نظریہ تھا کہ حضرت عباسؑ ایسے بہادر تھے اور روز عاشورا ان سے وہ شجاعت ظہور میں آئی کہ ۱۸ برس تک واقعۂ کربلا کے بعد عرب کی ہر صحبت، ہر بزم، ہر مجلس، ہر اجتماع میں شجاعت کا ذکر ہوتا تھا۔

(۵) اس مجسم وفا بہادر کی قربانی کے بعد امام انامؑ سے جس تاثر کا اظہار ہوا وہ ان کو مومن آلِ فرعون کے بلند درجہ تک پہنچاتا ہے اور جس لب و لہجہ میں قاتل پر نفرین کی وہ مثیلِ عیسیٰؑ قرار دیتا ہے بنی اسرائیل کا آخری گروہ وہ بد بخت تھا جو آسمان سے مائدہ نازل ہوتے پر ایمان نہ لایا اور وہ عذاب الٰہی سے بندر اور سور کی شکل میں ہو گئے۔ قاتلانِ حسینؑ کا جرم ان کی نافرمانی سے کم نہیں ہے۔

زہیر بن قینؓ بزم طب و حکمت میں

انصار امام کے مجمع میں ہر شہید کی سکونت اور ولدیت تو معلوم ہوئی اور زیارت ناحیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ گمنام نہ رہے مگر فنی کمالات اور رجحانات طبع سے واقفیت کا کوئی ذریعہ پیدا نہ ہوا مسلم بن عوسجہؓ درس کتاب و سنت میں ممتاز تھے حبیب بن مظاہرؓ قاری قرآن اور ایک شب میں ختم قرآن کرنے والے فقیہہ عصر تھے زہیر بن قینؓ کو فنون مشرقیہ میں طب و حکمت میں کمال تھا۔ یہ افادہ استاذ الواعظین شمس العلماء سید سبط حسن صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کی زبانی اس طرح معلوم ہوا کہ ۵ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ اتوار کو مسجد کلاں پھاٹک امین آباد لکھنؤ میں نماز مغربین پڑھا کر حسب معمول منبر پہ گیا مجلس پڑھی ختم خطابت کے بعد حصہ بیٹھا۔

مجلس کے خصوصی افراد میں مولانا سید عدیل اختر صاحب قبلہ پرنسپل مدرسۃ الواعظین اور بعض دوسرے اہل ایمان بیٹھے تھے، تبرک کی تقسیم پر آپس میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا نے اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا سبط حسن صاحب قبلہ نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ اگر سلسلہ سند اور حوالہ نہ پوچھو تو ایک حقیقت واضح کروں سلطان المدارس کے طلبہ خاموش ہو کر گوش بر آواز ہوئے قبلہ اعظم نے فرمایا جو شخص کسی مریض کی صحت یابی کے لئے روزہ رکھے اور افطار کے بعد یہ دعا کر کے بستر پر آئے کہ "اے زہیر بن قینؓ طبیب لشکر حسینی میرے مریض کے لیے دوا تجویز کر دیجئے" تو خواب میں ایک بزرگ اس بیماری کا نسخہ لکھوا دیں گے۔ طلبہ میں ایک کو بول الدم کی شکایت تھی اور علاج سے فائدہ نہ ہوتا تھا گھر پہنچ کر جناب کا یہ معقولہ عورتوں میں نقل کیا اور مریض کی حقیقی بہن نے بھائی کی صحت کے لیے روزہ رکھا کے حسب ہدایت دعا کی خواب دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور وہ مریضوں کو نسخہ لکھوا رہا ہے۔ بہن نے بھائی کے زوال مرض کی دوا چاہی تو جواب ملا کہ وہ خود دوا نہیں کرتا۔ عرض کیا ایسا تو نہیں ہے بہت دوا کی۔ فرمایا وہ مجلس کا حصہ نہیں لیتا۔"

صبح ہوئی اور خاتون نے بھائی سے واقعہ بیان کیا۔ اس نے تسلیم کیا کہ بے شک میں بعض اوقات اژدحام میں مجلس سے نکلتے وقت حصہ نہیں لیتا اب ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اس ہدایت کے بعد پہلی مجلس میں شرکت ہوئی اور مجمع میں زحمت اٹھا کر حصہ لیا۔ اسی وقت سے مرض جاتا رہا۔

کچھ تعجب نہیں اگر زہیر بن قینؓ کو فن طب میں کمال حاصل ہو اور قدرت نے ان کے علم کی یادگار میں یہ اثر ودیعت کیا ہو اور اب تو وہ خاک شفا کے

بستر پر آرام کر رہے ہیں۔ ذاتی کمال میں دوہری طاقت پیدا ہونی چاہیئے۔

مولانائے محترم کا یہ افادہ میں نے الواعظ سے نشر بھی کیا اور خود اپنے ایک مریض کی صحت کے لیے ۱۹۵۱ء کے موسم سرما میں روزہ رکھا۔ صوم شروع ہونے سے پہلے ہی بعد نیت شب اول خواب میں ایک تنومند عرب کو دیکھا جو عمامہ و قبا میں ملبوس تھے اور ساتھ ہی اس کی آمد کے آسمان پر ایک علم نور مشرق سے مغرب کی طرف بغیر کسی اٹھانے والے کے گذرتا ہوا نظر آیا اور میں علم کی زیارت میں ایسا محو ہوا کہ عرب سے ہمکلام نہ ہوا۔ صبح کو بیدار ہونے پر پہلا خیال تو یہ ہوا کہ عرب مذکور سیہ فام تھا اور زہیرؓ عربی نژاد خوبصورت انسان۔ دوسرے یہ کہ روزہ ابھی تمام نہیں ہوا ہے۔ عمل کی تکمیل کا تعلق افطار کے بعد سے ہے خواب قبل از وقت تھا لہٰذا قابل توجہ نہیں۔ دن حالت صوم کے تصورات میں گذرا افطار کیا دعا کی بستر خواب پر پہنچا تو آخر شب ایک مرد خوش رو جمیل صورت قبا پہنے ہوئے کرسی پر نظر آئے اور خلوص نیت کی تعریف کی مجھے خواب میں اتنا درک نہ تھا کہ دوا طلب کرتا۔ موصوف نے خود ایک چھوٹے آفتابہ میں پانی دے کر رخصت کیا۔ آنکھ جو کھلی تو نماز صبح کا وقت آچکا تھا۔ تعبیر ظاہر تھی شخص اول زہیر بن قینؓ کے غلام تھے جن کو زوجہ زہیرؓ نے کفن دے کر بھیجا تھا۔ اور علم وہ پرچم تھا جو میمنہ پر ہونے کے لحاظ سے ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور شخص دوئم خود زہیرؓ تھے۔ یہ مکمل زیارت تھی اور پانی دینے کا مطلب یہ تھا کہ ہومیوپیتھک علاج ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر گھوش کا علاج شروع ہوا پینے کی دوا تجویز کی اور مریض صحت سے قریب ہوتا گیا۔

نتیجۂ کلام | زہیرؓ پیغمبرؐ کے صحابی اور عرب کے سربرآوردہ اور بہادر ترین

انسان تھے۔ وہ تحقیق مذہب کی منزل پر عام لوگوں کی طرح باپ دادا کے پیرو نہ تھے بلکہ ذاتی کدوکاوش سے راہِ حق اختیار کی تھی۔ نصرت امامؑ کے جذبہ میں عیال تک کی پرواہ نہ کی، امامؑ نے ان کو میسرہ فوج کا سردار بنایا تھا مگر انہوں نے سیف زبان سے بھی پُرزور احتجاج کیا، جنگی مشورہ دیا، کئی بار تلوار کھینچی، فوج عدو سے جو گفتگو ہوئی اس میں شریک رہے حتیٰ کہ فاطمہ زہراؑ کے لال پر اپنی جان فدا کر دی۔ ان کا نام رہتی دنیا تک رہے گا اور شہید نینوا کا ہر زائر تحت قبہ پہنچ کر ان پر آنسو بہائے گا۔ اور بے پناہ شجاعت اور صبر و استقلال کے تذکرے کرے گا۔ بابی انتم و امی طبتم و طابت الارض التی فیھا دفنتم و فزتم فوزاً عظیماً۔

خاندان

زہیرؓ کے خانوادہ میں سلیمان بن مضارب بن قیس بجلی کا نام نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے اور ان کے ساتھ ۶۰ھ میں حج سے مشرف ہوئے جب زہیرؓ امامؑ کی نصرت کے لیے تیار ہو کر سادات کے قافلہ میں شریک ہوئے تو سلیمانؓ نے بھی اپنی فراست سے اس فریضہ کو محسوس کیا اور وہ بھی بھائی کے ساتھ ہو گئے روزِ عاشور ظہر کے بعد ان کی شہادت واقع ہوئی۔ مقاتل میں اس سے زیادہ ان کے حالات نظر نہیں آتے۔ وہ بھی قتل گاہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ محوِ خواب ہیں اور "لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" کی نوید ان کی ابدی حیات کی ذمہ دار ہے۔

زہیرؓ کے ہمنام شہید

سیرت نگاری کا فرض جب ہی ادا ہوتا ہے جب موضوع کے ہر پہلو پر بحث ہو۔ کربلا کے شہیدوں میں دو جلیل القدر صحابی زہیر کے ہمنام تھے۔

(۱) زہیر بن بشر خثعمیؒ۔ اس مجاہدِ ملت کو ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے فوجِ مخالف کے پہلے حملہ کا مقتول بتایا ہے۔ زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے۔

السلام علیٰ زہیر بن بشر الخثعمیؒ سلام میں ولدیت سکونت کی طرف اشارہ اس لیئے ہے کہ دنیا کو نسل طیب کے تعارف کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو کہ مرنے والا کس زمین کا باشندہ تھا۔ خثعم یمن کے ایک سردار قبیلہ کا نام ہے جو خثعم بن انمار کے نام سے عرب میں مشہور رہے۔

(۲) زہیر بن سلیم ازدیؒ۔ یمن کے رہنے والے تھے مورث اعلیٰ کا نام ازد بن غوث تھا قبیلہ بہت باعزت سمجھا جاتا تھا۔

شب عاشور جبکہ دشمن نے بڑی مشکل سے ایک شب کی مہلت دی اور عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ دسویں کی صبح کو آل محمدؐ کا چراغ گل کر دیا جائے گا، زہیرؒ اپنے فرض کو محسوس کرتے ہوئے صفِ عدو سے نکل آئے اور پہلے حملے میں دشمنوں سے جنگ کر کے شہید ہو گئے۔ زیارت ناحیہ میں ان پر سلام کے الفاظ یہ ہیں:۔ السلام علیٰ زهیر بن سلیم الازدیؒ۔ فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدمطلب نے ایک قصیدے میں بنی امیہؓ کی سیاہکاری کا تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں شہدائے کربلاؑ میں سے بعض کا نام بنام حال ہے۔ ان میں زہیرؒ کا بھی نام ہے۔

ارجعوا عامرا وردوا زهیرا ثم عثمان فارجعوا غارمینا
وارجعوا الحر وابن قین وقوما قتلوا حین جاوروا صفینا

زہیرؒ اور عامرؒ کو واپس کر دو ان کے علاوہ عثمانؒ کو انہیں واپس کر دو تاوان ادا کرتے ہوئے اور لوٹا دو حرؒ اور قین کے بیٹے کو اور ان لوگوں کو جو جنگ صفینؑ میں قتل ہوئے اس شعر میں زہیر سے مراد یہی مرد نبرد آزما ہے۔

باب المراثی

مرزا فصیحؔ

میمنہ پر تھا حبیب ابن مظاہرؓ ساولی　　میسرہ پر تھا زرہ پوش زہیر بجلیؓ

ضمیرؔ لکھنوی

جب حُرؓ میں اور امامؑ میں ایسا سخن ہوا　　اک تہلکہ سا فوجِ حسینی میں پڑ گیا
پہلے زہیر قینؓ نے نیزہ علَم کیا　　حضرتؑ نے اسکو روک کے اسطرح سے کہا
بہتر یہی ہے جنگ میں جتنی درنگ ہو　　بھائی مری طرف سے نہ آغازِ جنگ ہو

میاں دلگیرؔ[۱]

زوجہ نے یوں زہیرؓ سے پوچھا　　کہ یہ ہے کون لالہ فام آیا
کہا اس نے کہ یاں مدینے سے　　جگرِ سیّدِ انامؑ آیا
علی اکبرؑ ہے یہ شبیہہ رسولؐ　　ابنِ آقا سوئے غلام آیا
ہوں میں خدمت میں شاہ کی حاضر　　شاہؑ کا ہے لے کے یہ پیام آیا
بولی زوجہ کہ تیرے لینے کو　　دلبرِ شاہِ خاص و عام آیا
شکر کر تیرے شکر کا ہے مقام　　لبِ حضرتؑ پہ تیرا نام آیا
تجھے اس بات کا یقین بھی ہے　　تو اگر ساتھ شاہؑ کے کام آیا
قصرِ فردوس میں جگہ پائے　　ہاتھ کوثر کا تیرے جام آیا

۱؎ مرثیہ گوئی میں ایک بلند پایہ مدّاح تھے۔ ان کا عہد حضرت انیسؔ و دبیرؔ سے پہلے تھا میر انیسؔ کے بزرگوں کے معاصر تھے حامد شادآبادی نے دلگیرؔ کے حال میں کہا ہے ؎

خلیقؔ و حسنؔ کے یہ ہمعصر تھے　　ضمیرؔ اور محمد تقی میرؔ کے

میر انیس

بولے زہیرِ قینؓ کہ حاضر ہیں سب غلام — بڑھ کر حبیبؒ بھی ہوئے مصروفِ اہتمام
کرسی منگا کے بیٹھ گئے اک طرف امام[۲] — رتبہ میں ہو گئی وہ زمیں عرشی احتشام
پرتو فگن تھا نورِ رسالتمآب[۳] کا — سر پر لگا تھا چتر زریں آفتاب کا

مرزا دبیر

ہو ذکر زمرۂ شہدا[لہ] دبیر مجال کیا — بس اک زہیرِ قینؒ کا لکھتا ہوں ماجرا
جو بعدِ حج حسینیوں سے راہ میں ملا — کیا سیدھا آیا گھر سے خدا کے سوئے خدا
پروانہ سال طوافِ چراغِ حرم کیا — اک ماہ میں ثواب دو حج کا بہم کیا

ولہٗ در صنعتِ منقوطہ

جب بخت بن قین نے زینت بخشی — زینب[۲] نے تشفی تب لبشفقت بخشی
تیغیں جز تن جبیں شق جی بے چین — جنت بخشی نبی نے جنت بخشی

مونس

یہ حسن کے بن قینؒ سے بولے شرِ والا[۲] — گر حرؒ کا رسالہ ہے نہیں فکر کچھ اصلا
اس دشت میں گر روکا ہے اس نے مرا رستہ — پر دیکھو گے پہلے یہی ہوگا مرا فدیہ
آغاز سے بہتر کہیں انجام ہے اس کا — دفتر میں شہیدوں کے لکھا نام ہے اس کا

میر خورشید علی نفیس

اے وہبؒ حبیب ابن مظاہر تمہیں اٹھو — اے حرؒ و بن قینؒ مسافر تمہیں اٹھو
اے مالک و ذی رتبہ و صابر تمہیں اٹھو — لو خاک سے اے عابسؒ و عامرؒ تمہیں اٹھو

لہ یہ بند حضرت دبیر مرحوم کے اس مرثیہ کا ہے جو خاص حضرت زہیر بن قینؒ کے حال میں ہے جس کا مطلع یہ ہے : ـــ جب نقشِ کن سے زینتِ لوحِ بقا ہوئی

بھائی نہیں بیکار ہیں اب ہاتھ ہمارے　　کوئی تو مددگار چلے ساتھ ہمارے

اسیرؔ

زہیر قینؒ اشجع مرد افگن　　شد آمادہ کہ سازد نام روشن
خورد زہر اجل چو من و سلوا　　شود قربان زہرا باغ زہرا را

مرزا محمد جعفر اوجؔ　　غنچہ ۱۲

وہ بچپنے کا حبیبؒ امام عرش وقار　　حبیب ابن مظاہرؒ سر آمد انصار
زہیر قینؒ شہ مشرقینؑ کے غم خوار　　یہ میمنہ کے تو وہ میسرہ کے تھے مختار
دو جانب اپنے رفیقوں سمیت حاضر تھے　　جفا نصیب غریب الوطن کے ناصر تھے

بادشاہ مرزا ثمرؔ منیجر الواعظ

ہنگام نزع[لہ] بھی دل مضطر کو چین تھا　　زانوئے شہ پہ فرق زہیر ابن قینؒ تھا

فدا علی خنجرؔ

پیشوائی کو بڑھے تیر کمانیں کڑکیں　　جب سنا جنگ کو میدان میں زہیرؒ آتے ہیں

سید سرفراز حسین خبیرؔ

عہدہ شبیرؑ نے ہر زینت لشکر کو دیا　　میمنہ ابن مظاہرؒ سے غضنفر کو دیا
میسرہ قینؒ کے فرزند خوش اختر کو دیا　　علم فوج خدا دلبر حیدرؑ کو دیا
کہیں چھپتا ہے چھپائے سے خوشی کا چہرہ　　جگمگا اٹھا جگر بند علیؑ کا چہرہ

حضرت ذکیؔ

غل تھا کرنے کو یہ فردوس کی سیر آتے ہیں　　کر کے بیعت شہ والاؑ سے زہیرؒ آتے ہیں

حضرت رضیؔ

جو باغ کربلا میں لگایا حسینؑ نے　　ہیں پھول اس چمن میں جناب زہیرؒ بھی

لہ دورِ حاضر کے شعراء کا کلام حروفِ تہجی کے لحاظ سے درج کیا جا رہا ہے ۱۲